OPEN ACCESS

AL-TABYEEN

(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)

Published by: ***Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.***

ISSN (Print) : 2664-1178
ISSN (Online) : 2664-1186
July-Dec-2022
Vol: 6, Issue: 2
altabyeen@ais.uol.edu.pk**Email:**
OJS: hpej.net/journals/al-tabyeen/index

Different interpretations of the term "Iqamat-e-Deen": An analytical study of the thoughts of ancient and contemporary scholars

اصطلاح "اقامتِ دین" کی مختلف تعبیرات
علمائے قدیم و معاصرین کے افکار کا تجزیاتی مطالعہ

Hafiz Abdul Khaliq

Lecturer Islamiat Government College Haveli wrote. PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore

Dr. Asif Javed

, Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore, Pakistan

ABSTRACT

In the middle of 20th century, after the destruction of Ottoman Empire, the religious schools of thought which came into existence, some of them are established on the concept of *"Iqaamat e Deen"* They want to make submissive every aspect of life to Islam including political and economical affairs and consider it the only real goal. They claim that their concept is based upon Holy Quran and Sunnah. According to another viewpoint of Scholars, the existing Concept of *"Iqaamat e Deen"* is absolutely new concept and ancient Scholars have never discussed it before. Now it is necessary to explain the meaning of "Iqaamat e Deen" in the light of expository literature and try to find out the facts that what the ancient Scholars meant by *"Iqaamt e Deen"* and how modern scholars take it. And what is the difference or connection between old and modern viewpoint.

Keywords: *Iqamat e Deen*, toheed e ilahi, interpretation of Deen, concept of deen

اقامت کا لغوی معنی:

اقامت کا کلمہ ثلاثی مزید فیہ کے باب "اقام یقیم" سے مصدر ہے، اس کا مادہ "قوم" ہے جو ثلاثی مجرد کے باب "قام یقوم" سے ماخوذ ہے۔ علامہ فیروزآبادی رقم طراز ہیں:

"قام قوماً قومةً و قیاماً و قامةً: انتصب فھو قائم"[1]

"قام سے مصدر قوم، قومة، قیام ہے اور قامت کا معنی ہے کھڑا ہونا، سیدھا ہونا اور اس کا اسم فاعل قائم ہے۔"

علامہ وحید الزماں قاسمی نے بھی اقامت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔[2]

ثلاثی مزید فیہ کے باب اقام کے کئی ایک مصادر آتے ہیں، جیسے علامہ ابن منظور افریقی نے واضح کیا ہے چنانچہ وہ رقم کرتے ہیں:

"اقام بالمکان اقامةً و اقاماً و مقاماً و قامةً ۔ قال ابن سیدہٖ : و عندی ان قامة اسم کالطاعة والطاقة"[3]

"کسی جگہ قیام کرنے کو اقام، اقامت، مقام اور قامت کہتے ہیں۔ ابن سیدہ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک قامت بھی طاعت اور طاقت کی مانند اسم ہے۔"

علامہ زبیدی نے اقامت کے مصادر میں درج ذیل دو نکات بیان فرمائے ہیں کہ لفظ "اقامه" میں ہائے ساکنہ

1۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی، القاموس المحیط(بیروت: دارالجیل، 2001ء)،170:4
Majdudeen,Muhammad bin Yaqoob, Ferozabădi, Alqamoos ul Moheet,(Berout:Dăr Aljeal, 2001),170:4.

2۔ مولانا وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید(لاہور: ادارہ اسلامیات، 2004ء)، 369
Molanā Waheeduzaman Qāsmi , Alqamoos ul waheed,(Lāhore :IdaraIslamiāt ,2004),P:369.

3۔ محمد بن مکرم افریقی ابن المنظور، لسان العرب: (بیروت) دارالکتب العلمیة، 2004)، 498:12
muhammad bin Mukirim Afriqi, Lisăn ul Arab (Berout: Dar ul Kutab Alilmiă, 2004), 12:498.

عین کلمے کا عوض ہے کیونکہ اس کی اصل "اقواماً" آتی ہے اور جب "اقامةً" کو مضاف کیا جائے گا، اس کی "ھا" حذف ہو جائے گی۔ چنانچہ جوہری کے حوالہ سے علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

"اقام بالمکان اقامة، والھاء عوض عن عین الفعل، لان اصلھا اقواماً، فاذا اضیفت حذفت الھاء کقوله تعالیٰ:و اقام الصلوٰة" [1]

ثلاثی مزید فیہ کی ایک خصوصیت تعدیہ بھی ہے چنانچہ اقامت کا مصدری معنی ہو گا: کسی چیز کو اٹھا دینا، کھڑا کر دینا اور کسی چیز کو اس کے جملہ حقوق کے ساتھ بروئے کار لانا یا کسی شے کو سیدھا کر دینا، اقامت کہلاتا ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"واقامة الشیئ: توفیة حقه"[2] "کسی چیز کی اقامت کا معنی ہے: اس کا حق پورے طور سے ادا کرنا"

اسی سے اقامت صلوۃ ہے جس کا مطلب ہے: نماز کو اس کے جملہ ارکان و شرائط اور حقوق و مطالبات کے مطابق ادا کرنا۔ امام اصفہانی نے اقامت صلوۃ پر متعدد آیات کا حوالہ بھی دیا ہے اور اس کے بعد اقامت کا یہی مفہوم واضح فرمایا ہے چنانچہ امام موصوف رقم طراز ہیں:

"ولم یامر الله بالصلوٰة حیثما امر، ولامدح بھاحیثما مدح، الا بلفظ الاقامة، نتبیھاً ان المقصود منھا توفیة شرائطھا لا الاتیان بھیئاتھا۔" [3]

"اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی نماز کا حکم دیا ہے اور جہاں بھی اس کی مدح فرمائی ہے، لفظ اقامت استعمال کیا ہے جو اس بات کی تنبیہ ہے کہ نماز سے اصل مقصود اس کی شرائط پوری کرنا ہے، محض اس کی ہیئت بجالانا نہیں۔"

علامہ ابن منظور افریقی کا بھی یہ خیال ہے کہ عین کلمہ کے عوض میں "اقام" کا مصدر "اقامت" اور اضافت

1۔ محمدمرتضی زبیدی،تاج العروس من جواہرالقاموس،باب اللام(بیروت: دارالفکر لطباعة والنشر والتوزیع)، 592:17
Muhammad Murtazā Zubaidi, Taj ul Aroosmin Jwāhir qamoos,(Berout :Dārul Fikar litbā wal nashar Toozee),17:592

2۔ حسین بن محمد راغب اصفهاني ،المفردات (دمشق : دارالقلم،2006ء)، 692
Abul Qāsam, Husain bin Muhammād Asfahāni, Mufrdāt Alfaz ul Qurān, (Damishq :Darul Alqalam,2006),692.

3۔ راغب ،المفردات ، 692
Ragib,Almufrdāt,692

کی صورت میں" اقام " آتا ہے۔علامہ موصوف نے بھی اپنے موقف کی تائید میں مذکورہ آیت نور کا حوالہ دیا ہے۔[1]

جب اقامت کا صلہ شریعت آئے گا تب اس کا مطلب ہو گا: شریعت پر عمل کرنا اور احکام شرع بجالانا چنانچہ اصحاب معجم رقم فرماتے ہیں:

"اقام الشرع: اظھرہ و عمل بہ"[2] "اقامت شرع کا معنی ہے: اس پر عمل کرنا اور اسے غالب کرنا۔"

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَىْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ﴾[3]

دوسرے مقام پر فرمان ربانی ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ﴾[4]

اقامت شرع کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مذکورہ آیات کے تناظر میں امام راغب اصفہانی رقم فرماتے ہیں:

"ای توفون حقوقھما بالعلم والعمل"[5]

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علم و عمل کے ذریعہ تورات و انجیل کے حقوق ادا کرتے"

اقامت سے اسم فاعل "مقیم " آتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَٱلْمُقِيمِينَ ٱلصَّلَوٰةَ﴾[6]

مذکورہ لغات کی روسے اقامت کا معنوی حاصل یہ ہے کہ اس کے مفہوم میں قیام کرنا، کھڑا کر دینا، قائم کرنا اور اٹھا دینا شامل ہے چنانچہ اقامت دین کا معنی ہو گا: دین و شریعت پر عمل پیرا ہونا، اپنے علم و عمل سے غالب کرنا اور کتاب شریعت کے جملہ حقوق ادا کرنا۔

1۔ ابن المنظور ، لسان العرب،503:12
Ibn ulmnzoor,Lisan ul Aarāb:503:12.

2۔ مجمع اللغة العربية، المعجم الوسيط(بيروت: احياء التراث الاسلامى،1999ء)،773:2
Majmā Alugah Alarabiā, Almujim alwaseet (Berout: Ahyā Alturās Alislami,1999), 773:2.

3۔ المائدة : 67:5
Almaidā6:6

4۔ المائدة : 66:5
Almaidā6:66

5۔ راغب ، المفردات،693
Rāgib,ALmufradāt ,693

6۔ النساء : 162:4
Alnisā,4:162

اصطلاح "اقامت دین" کا مفہوم اور مختلف تعبیرات:

اقامت دین ایک قرآنی اصطلاح ہے اور قرآن حکیم کی درج ذیل آیت کریمہ میں اقامت دین کا حکم وارد ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾[1]

مذکورہ آیت کی رو سے اقامت دین ایک قرآنی فریضہ ہے۔مفہوم جس کا یہ ہے کہ اللہ تعالی کے دین اسلام کو جمیع اعتبار سے قائم اور نافذ کیا جائے، چنانچہ علامہ ماوردی اقامت دین کا مفہوم یوں واضح کرتے ہیں۔

"فيه وجهان: أحدهما: اعملوا به , الثاني: ادعوا إليه، ويحتمل وجهاً ثالثاً: جاهدوا عليه من عانده."

"دین کو قائم کرنے کی دو توجیہات ہو سکتی ہیں۔ایک یہ کہ اس پر عمل کرو، دوسری یہ کہ اس کی طرف دعوت دو۔اور اس میں ایک تیسری وجہ کا احتمال ہے وہ یہ کہ جو اس سے دشمنی رکھے اس سے جنگ کرو۔"[2]

لیکن اب سوال یہ ہے کہ قرآنی اصطلاح میں اقامت دین کا مفہوم کیا ہے اور علمائے قدیم و معاصرین اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟

تمہید کے طور پر یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ قدیم و معاصرین مفسرین اور علمائے کرام نے اقامت دین کی اصطلاح سے چار مفاہیم لیے ہیں۔پہلا یہ کہ اس سے مراد توحید کی اقامت ہے، دوسرا یہ کہ توحید کے ساتھ دیگر عقائد بھی شامل ہیں، تیسرا یہ کہ توحید اور عقائد کے ساتھ اطاعت الٰہی بھی شامل ہے یعنی ہر اس کام کی اقامت جو اطاعت الٰہی میں شامل ہوتا ہے، چوتھا مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ توحید، عقائد اور اطاعت الٰہی کے ساتھ ساتھ دیگر اوامر

1۔ الشوریٰ: 13:42
AlShoorā,42:13

2۔ أبو الحسن علي بن محمد الماوردی ، النكت والعيون المعروف تفسير الماوردي(بيروت: دار الكتب العلمية،1998ء)، 197:5
Abul Hassan Ali bin Muhammād Almawardi,, Al Nukāt Walaeoon, (Berout :Dar Kutab Al Ilmia 1998),5:197.

ونواہی بھی شامل ہیں، گویا یہ ایک وسیع مفہوم ہے۔ سطور ذیل میں تمام مفاہیم کے متعلق علماو مفسرین نے اقوال درج کیے جاتے ہیں۔

چونکہ بعض علمائے کرام کے نزدیک اقامت دین سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید ہے چنانچہ عبد الحق ابن عطیہ فرماتے ہیں:

"و اقامة الدين هوتوحيد الله و رفض ما سواه"[1]

"اقامت دین سے مراد اللہ کی توحید قائم کرنا اور اس کے ماسوا کو چھوڑ دینا ہے۔"

تفسیر جلالین میں بھی اقامت دین کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد توحید اللہ ہے۔[2]

معاصرین میں سے مولانا وحید الدین خاں اس تصور کے بڑی شدت سے قائل ہیں، لکھتے ہیں:

"خدا کو اپنے بندوں سے جو دین مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ وہ خالص توحید پر قائم ہوں۔ صرف ایک خدا ان کی تمام توجہات کا مرکز بن جائے۔ یہی اقامت دین ہے۔"[3]

مزید ایک جگہ لکھا:

"خلاصہ یہ کہ اقیموالدین یا اقم وجھک للدین حنیفا سے مراد دین کو زمین پر قائم کرنا نہیں ہے بلکہ اس کو خود اپنے آپ پر قائم کرنا ہے۔...... اقیموالدین کا مطلب اپنی دنیا کو معرفت الٰہی سے آباد کرنا ہے نہ کہ خدائی حکومت قائم کرنے کے نام پر دنیا کو تشدد اور نفرت کا جنگل بنانا۔ اقیموالدین کا مطلب اپنے اندر ربانی شخصیت کی تعمیر کرنا ہے نہ یہ کہ آدمی اطاعت رب کا نظام قائم کرنے کے نام پر ساری دنیا کو نفرت اور فساد سے بھر دے۔ مذکورہ قرآنی آیت میں اقامت دین سے مراد پیروی دین ہے نہ کہ نفاذ دین۔ اس کا نشانہ احتساب خویش ہے نہ کہ

---

[1]۔ أبو محمد عبد الحق بن غالب ابن عطية ،المحرر الوجيز (بيروت:دار الكتب العلمية، 1422 ھ)،29:5.

Abu Muhammad Abdul Haq bin Galib Ibn e atyyā, , Almuharir Alvajeez (Berout: Dar kutba alilmia, 1422),5:29

[2]۔ جلال الدين محمد بن أحمد السيوطي ، المحلي ،(القاہرہ ، دار الحديث،2003ء)،1:640.

,jalaludeen Muhammad bin Ahmad, Al Sayooti, Al Muhali (Qāhira :Darul Hadith2003),1:640.

[3]۔ مولانا وحید الدین خاں،، تذکیر القرآن (لاہور: دارالتذکیر، 2009ء)،2:1321

Molanā Waheed udeen Khan ,Tazkeer ul Quran(Lahore:Darutazkeer, 2009),2:321.

احتساب غیر۔ یہ فکری اور اخلاقی دنیا میں کی جانے والی ایک جدوجہد ہے نہ کہ سیاست اور حکومت کے دائرہ میں برپا کیا جانے والا خارجی ہنگامہ۔"[1]

حضرات مفسرین میں حضرت مقاتل کو علم تفسیر قرآن میں خاصی شہرت حاصل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'دین' سے مراد توحید ہے۔[2]

علامہ ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

"وہ دین جو تمام انبیاء کرام کا مشترک طور پر ہے وہ اللہ واحد کی عبادت ہے، جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾[3] حدیث میں ہے ہم انبیا کی جماعت آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں ہم سب کا دین ایک ہی ہے، جیسے علاتی بھائیوں کا باپ ایک ہوتا ہے۔[4] الغرض احکام شرع میں گو جزوی اختلاف ہو لیکن اصولی طور پر دین ایک ہی ہے اور وہ توحید باری تعالی ہے فرمان اللہ ہے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾[5]،[6]

1۔ وحید الدین خاں، دین و شریعت (نیو دہلی: گڈ ورڈ بکس، نظام الدین ویسٹ مارکیٹ، 2013ء)، 12

Waheed udeen Khan ,Daeen wa Shariat (new dehli :Good word books,Nazām udeen west market, 2013),12

2۔ عبد الرحمن بن علي ابن الجوزي،، زاد المسير في علم التفسير(بيروت : دار الكتاب العربي، 1422 ھ)،4:61

Abdul rehman bin ali Ibn e Jozi,, Zad almseer fi ilme altfsir (Berout :DArl kitab alerb ,1422):61/4.

3۔ الانبیاء، 21:25

Al Anbia,21:25

4۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء ، حدیث: 3442

Bukhari,Aljamy Alsahih, Kitab Ahadith Anbiā, Hadith:3442.

5۔ المائدہ، 5:48

Almaidā,5: 48

6۔ عماد الدین ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم [مترجم] (لاہور: دارالقدس، 2007ء)، 5:23

imaduddinIbne kasir, Tafsir alquran Al Azeem,Mutrjim (Lahore :Dār alqudas,.2007),5:23

بعض مفسرین ایسے بھی ہیں جنہوں نے اقامت دین کے مفہوم میں توحید، اطاعت اور دیگر عقائد کے ساتھ ساتھ اوامر ونواہی کو بھی شامل کیا ہے، چنانچہ تفسیر خازن کے مصنف لکھتے ہیں۔

"والمراد بإقامة الدين هو توحيد الله والإيمان به وبكتبه ورسله واليوم الآخر وطاعة الله في أوامره ونواهيه وسائر ما يكون الرجل به مسلما، ولم يرد الشرائع التي هي مصالح الأمم على حسب أحوالها فإنها مختلفة متفاوتة"[1]

محمد سید طنطاوی نے بھی یہی مفہوم مراد لیا ہے، لکھتے ہیں:

"والمراد بإقامة الدين: التزام أوامره ونواهيه، وطاعة الرسل في كل ما جاءوا به من عند ربهم طاعة تامة."[2]

علامہ ابن جریر طبریؒ نے اقامت دین میں اطاعت کی بجائے شرعی احکام پر عمل کرنا شامل فرمایا ہے چنانچہ امام طبریؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"اعملوا به على ما شرع لكم و فرض"[3]

مزید یہ کہ علامہ ابن جریر طبری نے حضرت قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہاں 'دین' سے مراد یہ ہے کہ جس شے کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اسے حلال جانا جائے اور جس شے کو حرام ٹھہرایا ہے اسے حرام سمجھا جائے۔[4]

بعض علمائے تفسیر نے اقامت دین کے مفہوم میں عقائد اسلامی کے ساتھ ساتھ ارکان اسلام کا بھی اضافہ کیا ہے، ان کے نزدیک تمام انبیائے کرام کا دین ایک ہی تھا اور یہ دین دراصل توحید، صلوۃ، زکوۃ، صیام اور حج وغیرہ پر

1۔ علي بن محمد بن إبراهيم ، لباب التأويل في معاني التنزيل (بيروت: دار الكتب العلمية ، 1415 ه)، 95:4

Ali bin Muhammad bin Ibrahim, Labāb Al Taveel (Dar kutab Alilmiā,1415),4:95.

2۔ محمد سيد طنطاوي، التفسير الوسيط للقرآن الكريم، (القاهره :دار نهضة مصر للطباعة والنشر والتوزيع، 2005ء)، 22:13

Tantavi,Syed, Alwaseet fil Qurān (Qahira :Dār Hijrā,2005)13:22

3۔ ابن جرير طبري ، جامع البيان فى تاويل القرآن(بيروت: دارالكتب العلمية، 1997ء)11:135.

Tabri, Ibn e Jarir, Jami ul Bayan fi Taveel alqurān, Dar kutab alimiā, Berout:11:135.

4۔ الطبري، ، جامع البيان في تأويل القرآن 513:21

Tabri, Ibn e Jarir, Jami ul Bayān fi Taveel alqurān, 21:513.

مشتمل تھا چنانچہ مفسر علامہ آلوسیؒ نے اقامتِ دین کی تفسیر میں حضرت مجاہدؒ کا یہ قول ذکر کیا ہے:

"لم یبعث نبی اِلا امر باقامۃ الصلاۃ و ایتاء الزکوٰۃ، والاقرار باللہ تعالیٰ و طاعتہ سبحانہ، و ذٰلک اقامۃ الدین-"[1]

امام مجاہد کے اس قول کو ابوحیان اندلسی نے بھی ذکر کیا ہے۔[2] جبکہ امام بغوی نے آیت زیر بحث کی تفسیر میں مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"لم يبعث الله نبيا قط الاوصاه باقامة الصلاة و ايتاء الزكاة والاقرار لله بالطاعة فذلك دينه الذي شرع لهم"[3]

"اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا ہے اسے حکم دیا ہے کہ نماز قائم کی جائے، زکوۃ ادا کی جائے اوراللہ کی اطاعت کا اقرار کیا جائے۔ یہ ہے اللہ کا دین، جو اس نے ان کے لیے مقرر کیا ہے۔"

بعض علمائے تفسیر کا خیال یہ ہے کہ اقامت دین سے مراد دین کو اس کی تمام جزئیات، تفصیلات اور فروعات کے ساتھ قائم کرنا مراد ہے چنانچہ ابن عاشور کے نزدیک اقامت دین کا حکم مجمل ہے اور اس کی تفسیر میں جملہ فروعات دین شامل ہیں۔ علامہ ابن عاشور کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"والاقامة مجملة يفسرهامافي كل دين من الفروع، واقامة الشیء،جعله قائماً وهي استعارة للحرص على العمل به"- [4]

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقامت دین سے بعض مفسرین نے توحید کی اقامت مراد لی ہے،

1۔ شهاب الدين محمود آلوسی ، روح المعانی (بيروت: دار الكتب العلمية، 1415 ھ)،23:13.
Shihāb u deenAloosi,Mahmood, Rooh ul mani, (Berout :Dār kutab Alilmā,1415),13:23.

2۔ أبو حيان محمد بن يوسف الأندلسي ،البحر المحيط في التفسير(بيروت : دار الفكر، 1420 ھ)،329:9.
Abu Hyān Muhammd bin Yusaf Undlsi,, Albahr Almuheet fi Tafsir, (Berout :Dār ul fikar, 1420): 329/9.

3۔ أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي ، معالم التنزيل (بيروت،دار إحياء التراث العربي ، 1420 ھ)،141:4.
Al Bagvi Malim Tanzeel fi Tafsir Ul Quran,(Berout:Dar Ahya Alturas, 1420),4:141.

4۔ محمد طاهر ابن عاشور ،التحرير و التنوير، (تونس : الدار التونسية للنشر، 1984 ھ)،53:25.
Muhammad Tahir Ibn e Ashoor, Altahreer wal tAnveer (Toonas :Aldar Atoonsia, Linashar, 1984),25: 53.

بعض نے توحید کے ساتھ دیگر عقائد کو بھی شامل کیا ہے، بعض نے عقائد کے ساتھ اطاعت الٰہی کا بھی اضافہ کیا ہے گویا ہر اس کام کی اقامت جو اطاعت الٰہی میں شامل ہے چاہیے اس کا تعلق اصول دین سے ہے یا فروع دین سے، بعض مفسرین ایسے بھی ہیں جنہوں نے اصول دین کے ساتھ احکامات اور دیگر اوامر و نواہی بھی مراد لیے ہیں، اور بعض مفسرین ایسے ہیں کہ جنہوں نے دیگر فروعی، اخلاقی اور جزئی چیزیں بھی مراد لی ہیں۔ ساتھ اقامت کا مفہوم بھی واضح ہوا کہ ارکان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا، اپنے اوپر اور دوسروں کے اوپر دینی احکام اور اوامر و نواہی کو لاگو کرنا، اس خلاف دشمنوں سے جنگ کرنا، اس پر ہمیشگی اختیار کرنا اور اس کے لیے ہمیشہ سرگرم رہنا اور جدوجہد کرنا۔

چونکہ قدیم علمائے تفسیر میں سے بعض نے اقامت دین کی آیت کے ذیل میں دین و شریعت کے مابین فرق بیان کیا ہے کہ دین سے مراد اصولِ دین ہوتے ہیں اور شرائع سے مراد فروع دین ہوتی ہیں چنانچہ تمام انبیائے کرام کا دین باہمی مشترک تھا مگر ان کی شرائع حالات و ظروف کے مطابق باہم مختلف تھیں۔ دین و شریعت کے مابین اس فرق کے نتیجہ میں بعض علمائے تفسیر نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا کہ تمام انبیائے کرام کو دین قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہم بھی اصول دین اور ارکان عقائد کی اقامت کے مکلف ہیں اور شریعت کے دیگر احکام و فروع کا قیام گویا اقامت دین کے حکم میں داخل نہیں ہے۔ جبکہ بعض مفسرین و مفکرین نے اس کے برعکس موقف اختیار کیا ہے۔ ہم سطور بالا کئی مفسرین کے اقتباس دیکھ چکے ہیں۔

چنانچہ اس بارے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے معاصرین میں سے مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ سورہ شوریٰ کی آیت 13 میں پانچ اصحاب عزم پیغمبروں کا نام لے کر بتایا گیا ہے کہ سب کو ایک ہی دین دے کر بھیجا گیا تھا اور یہ محض چند اصول عقائد ہی کا نام نہیں تھا بلکہ اس میں شرائع کے بنیادی احکام بھی داخل ہیں۔ مولانا آزاد نے مختلف آیات کا حوالہ دے کر ثابت کیا ہے کہ قرآن حکیم نے نماز، روزہ کی عبادت کو بھی دین قرار دیا ہے، محرمات شرعیہ کو تکمیل دین بتایا ہے، حلال و حرام کے احکام ماننا بھی دین میں شامل ہے اور حدود الٰہیہ کے قیام کو بھی دین سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فوجداری احکام بھی دین کے مفہوم میں داخل ہیں۔[1]

---

[1] ابو الکلام احمد آزاد، ترجمان القرآن (لاہور: اسلامی اکادمی، س ن)، 332:3

قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر دین کو مختلف مفاہیم میں استعمال کیا ہے، جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ دین میں بنیادی اصول اور اساسی فروع داخل ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر عبادت کو دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔[1] ایک مقام پر محرمات شرعیہ کو تکمیل دین قرار دیا گیا ہے۔[2] ایک مقام پر حلال و حرام کے احکامات اور قتال کرنا بھی دین قرار دیا گیا ہے۔[3] ایک مقام پر اسلام کے فوجداری قانون کا نفاذ بھی دین ہے۔[4]

اس لیے بعض مفسرین نے سورہ شوریٰ کی زیر بحث آیت اور سورہ مائدہ کی آیت نمبر 48 جس میں ہر دور کے لیے شرائع مختلف ہونے کا بیان ہے ان میں باہم تطبیق دیتے ہوئے لکھا ہے کہ شریعت، دین میں شامل تھی، اس لیے جب اقامت دین کی بات کی جائے، تب دین کی اقامت کے ساتھ ساتھ شریعت کی اقامت بھی مراد لی جائے گی۔

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ آلوسی سورہ مائدہ کی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

"لا تكاد أمة تتخطى شرعتها، والأمة التي كانت من مبعث موسى إلى مبعث عيسى عليهما الصلاة والسلام شرعتهم ما في الإنجيل، وأما أنتم أيها الموجودون فشرعتكم ما في الفرقان ليس إلا فآمنوا به واعملوا بما فيه"[5]

"کوئی امت اپنی شریعت سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے حضرت عیسیٰ کی بعثت تک جو امت تھی، اس کی شریعت

Abul Kalam Azad Ahmad, Tarjman ul Quran (Lahore :islami Akadmi, Urdu Bazar),3:332.

[1]۔ البینة :98:5
Albyannā,5:98

[2]۔ المائدة:3:5
Almaidā,3:5

[3]۔ التوبة:29:9
Al Toobā,9:29

[4]۔ النور :2:24
Alnoor,24:2

[5]۔ آلوسی، روح المعانی:3/321
Rooh ul Mani,3:321.

احکام تورات تھے۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کی بعثتوں کے درمیان کی امت کی شریعت انجیل میں مذکور تھی، اور اب تمھاری شریعت صرف قرآن کی شکل میں موجود ہے اس لیے اس پر ایمان لاؤ اور اس کے احکام پر عمل کرو"۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت دین میں شامل ہے، شریعت پر عمل گویا دین پر عمل ہے۔ علامہ قرطبی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"والشريعة الطريقة الظاهرة التي يتوصل بها إلى النجاة. والشريعة ما شرع الله لعباده من الدين "[1]

"شریعت ایک ایسا ظاہری راستہ ہوتا ہے جس کے ذریعے منزل مقصود تک پہنچا جاتا ہے، اور شریعت سے مراد دین کی وہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع کیا ہے۔"

یہی بات علامہ رشید رضا نے یوں لکھی ہے۔

"ان الشريعة اسم للاحكام العملية و انها اخص من كلمة الدين و انما تدخل فى مسمى الدين من حيث ان العامل بها بدين الله تعالىٰ بعمله و يخضع له و يتوجه اليه مبتغيا مرضاته و ثوابه باذنه"[2]

"شریعت عملی احکام کا نام ہے۔ یہ لفظ دین سے زیادہ خاص ہے بلکہ وہ دین کے مفہوم میں داخل ہے اس حیثیت سے کہ اس پر عمل کرنے والا اپنے عمل کے ذریعے اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور اس کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔"

اس بات کی وضاحت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی یوں بیان کرتے ہیں

"والحق يعلم ان القوم لا يستطيعون العمل بالدين الا بتلك الشرائع

1۔ القرطبی ، الجامع لاحکام القرآن:211/6
Aljami liahkam ul Quran:211/6.

2۔ رشید رضا، تفسیر المنار:414/6
Tafsir:616/4.

والمناهج۔"[1]

"یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ لوگوں کے لیے شرائع ومناہج پر عمل کیے بغیر دین پر عمل کرنا ممکن ہی نہیں۔"

اور یہ بحث کہ دین پہلے ناقص رہا ہے اور اب مکمل ہوا ہے لہذا دین میں شریعت داخل نہیں ہے، اس بارے میں امام رازی نے کھل کر وضاحت فرمائی اور اس عمومی مفہوم کہ دین پہلے ناقص تھا، کو رد کرتے ہوئے یوں بیان کیا ہے۔

"أن الدين ما كان ناقصا البتة، بل كان أبدا كاملا، يعني كانت الشرائع النازلة من عند الله في كل وقت كافية في ذلك الوقت، إلا أنه تعالى كان عالما في أول وقت المبعث بأن ما هو كامل في هذا اليوم ليس بكامل في الغد ولا صلاح فيه، فلا جرم كان ينسخ بعد الثبوت وكان يزيد بعد العدم، وأما في آخر زمان المبعث فأنزل الله شريعة كاملة وحكم ببقائها إلى يوم القيامة، فالشرع أبدا كان كاملا، إلا أن الأول كمال إلى زمان مخصوص، والثاني كمال إلى يوم القيامة"[2]

"دین کبھی ناقص نہیں رہا، وہ ہمیشہ کامل رہا ہے، اللہ تعالی نے ہر زمانے میں جو شریعتیں نازل کی تھیں، وہ اپنے وقت میں کامل تھیں۔ لیکن اللہ تعالی یہ بھی جانتا تھا کہ جو چیز آج کامل ہے وہ آئندہ کامل نہیں رہے گی۔ اس لیے وہ ان میں سے بعض چیزوں کو منسوخ کرتا اور بعض کا اضافہ کرتا رہتا تھا۔ آخری زمانے میں اس نے مکمل شریعت نازل فرمائی اور اس کی قیامت تک باقی رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔ حاصل یہ ہے کہ شریعت ہمیشہ کامل تھی۔ پہلے کی شریعتیں ایک مخصوص زمانے تک کے لیے کامل تھیں اور شریعت محمدی قیامت تک کے لیے کامل ہے۔"

مزید یہ کہ مولانا مودودی "دین ایک جامع اصطلاح" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

1۔ أحمد بن عبد الرحيم شاه ولي الله الدهلوي ، حجة الله البالغة (بيروت :دار الجيل،1426 ھ - 2005م)،1:167.

Ahmad bin Ibrahim Shah waliullah Dehlvi, Hujatullah Albāligah, (Berout :Dār ul Hiyyāl,1426), 1: 167.

2۔ رازی ،مفاتیح الغیب،287:11

Razi,Mafatih ul Gāib,11:287.

"قرآن اس لفظ کو قریب قریب انہی مفہومات میں استعمال کرتا ہے جن میں یہ اہل عرب کی بول چال میں مستعمل تھا لیکن اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لفظ دین کو ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے استعمال کرتا اور اس سے ایک ایسا نظام زندگی مراد لیتا ہے جس میں انسان کسی کا اقتدار اعلی تسلیم کرکے اس کی اطاعت و فرماں برداری قبول کرلے اس کے بعد حدود و ضوابط اور قوانین کے تحت زندگی بسر کرے اس کی فرماں برداری پر عزت و ترقی اور انعام کا امیدوار ہو اور اس کی نافرمانی پر ذلت خواری اور سزا سے ڈرے، غالباً دنیا کی کسی زبان میں کوئی اصطلاح ایسی جامع نہیں ہے جو اس پورے نظام پر حاوی ہو موجودہ زمانہ کا لفظ اسٹیٹ کسی حد تک اس کے قریب پہنچ گیا ہے لیکن ابھی اسے دین کے پورے معنوی حدود پر حاوی ہونے کے لئے مزید وسعت درکار ہے"۔[1]

اس کے بعد مولانا مودودی نے پانچ آیات[2] ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان سب آیات میں دین سے پورا نظام زندگی اپنے تمام اعتقادی، نظری، اخلاقی اور عملی پہلوؤں سمیت مراد ہے۔[3] مزید ایک جگہ لفظ دین کی وسعت کو بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قرآن اس لفظ کو کسی محدود معنی میں استعمال نہیں کرتا بلکہ وسیع ترین معنی میں استعمال کرتا ہے طریق زندگی سے مراد زندگی کے کسی خاص پہلو یا کسی خاص شعبے کا طریق نہیں بلکہ پوری زندگی کا طریق ہے الگ الگ ایک ایک شخص کی انفرادی زندگی کا طریق نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی سوسائٹی کا طریق بھی ہے ایک خاص ملک یا ایک خاص قوم یا ایک خاص زمانے کی زندگی کا طریق نہیں بلکہ تمام زمانوں میں تمام انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا طریق ہے ...اس (یعنی قرآن) کا صریح طور پر دعوی یہ ہے کہ ہر زمانے اور ہر دور میں پوری نوع انسانی کے لئے زمین پر زندگی بسر

---

[1] مولانا ابو الاعلی مودودی، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں(لاہور:اسلامک پبلی کیشنز،2016ء)،101
Abul Allā Moododi , Qurān ki Chār Bunyadi Istliahatin (Lahore : Islamic Publications, 2016) ,101

[2] آل عمران:19،85، سورۃ توبہ:33، سورۃ انفال:31، النصر:1، 2، 3
Al Imran:19,85, Altoobā:33, Al Anfal:31, Al Nasar:1,2,3.

[3] مودودی، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، 103
Modoodi,Quran ki Char Bunyadi Istliahatin:103.

کرنے کا ایک ہی ڈھنگ اللہ کے نزدیک صحیح ہے اور وہ ڈھنگ وہی ہے جس کا نام اسلام ہے قرآن "الدین" کے لفظ کو محدود معنی میں استعمال نہیں کرتا بلکہ اس سے تمام زمانوں کے تمام انسانوں کے لئے ان کی پوری زندگی کے نظام فکر و عمل مراد لیتا ہے"۔[1]

سورہ یوسف میں لفظ دین الملک کے ذیل میں دین کے مفہوم میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کو شامل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دین صرف اس پوجا پاٹ ہی کا نام نہیں ہے جو مندروں اور معبدوں میں کی جاتی ہے بلکہ اس قانون کا نام بھی ہے جس کے مطابق پولیس مجرموں کو پکڑتی ہے جس کے تحت عدالت معاملات دیوانی و فوج داری کا فیصلہ کرتی ہے جس کی پیروی میں ملک کا انتظام چلایا جاتا ہے اور جس پر تمدن کا سارا نظام قائم ہوتا ہے زندگی کے یہ سارے شعبے بحیثیت مجموعی جس طریقے پر چلتے ہیں اسی کا نام قرآن کی اصطلاح میں دین ہے"۔[2]

مزید اس کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس طرح کا ایک نظام قائم کر دیا جائے جو پوری زندگی کو محیط ہو جس میں زندگی کا کوئی شعبہ ایسا شعبہ نہ ہو جس میں دین کا قیام نہ ہو بلکہ ایک ایسا اسٹیٹ قائم کر دیا جائے کہ جس میں دین اپنے تمام معانی و صفات کے ساتھ قائم اور نافذ ہو۔ ایک جگہ تو دین کو بالکل اسٹیٹ کے ہم معنی قرار دیتے ہیں:

"دین کا لفظ قریب قریب وہی معنی رکھتا ہے جو زمانہ حال میں اسٹیٹ کے معنی ہیں لوگوں کا کسی بالاتر اقتدار کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرنا یہ اسٹیٹ ہے یہی دین کا مفہوم بھی ہے اور دین حق یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کی خود اپنے نفس کی اور تمام مخلوقات کی بندگی و اطاعت اختیار کرے پس در حقیقت اللہ کا رسول اپنے بھیجنے والے کی طرف سے ایک ایسے اسٹیٹ کا نظام لے کر آیا ہے جس میں نہ تو انسان کو خود اختیاری کے لئے کوئی جگہ ہے نہ انسان پر انسان کی حاکمیت کے

[1] ابوالاعلی مودودی، دین حق (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، س ن)، 4،5

Abul Alā Madoodi , Deen Haq, (Lāhore : Islamic Publications, 2010), 5,4.

[2] مولانا ابوالاعلی مودودی، اسلامی ریاست، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2018ء)، 66

Abul Alā Madoodi , Islami Ryyasat, (Lahore : Islamic Publications, 2018),66

لئے کوئی مقام بلکہ حاکمیت واقتدار اعلیٰ جو کچھ بھی ہے صرف اللہ کے لئے ہے"۔[1]

پھر حاشیہ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج کل اسٹیٹ در حقیقت پوری انسانی زندگی کا ٹھیک اسی طرح احاطہ کرتا ہے جس طرح مذہب کرتا ہے.....دین اس کے سوا اور کس چیز کا نام ہے ایک مابعد الطبیعی عقیدہ ایک مقتدر اعلیٰ کا تصور جس سے بالاتر کوئی اقتدار نہ ہو اس مقتدر اعلیٰ کی حاکمیت تسلیم کرنا اور اپنے آپ کو اس کی اطاعت میں دے دینا ایک فلسفہ اخلاق و فلسفہ اجتماع جس پر زندگی کا پورا نظام قائم ہو ایک ہمہ گیر قانون جو تمام معاملات زندگی کا احاطہ کرے انہی چیزوں کے مجموعہ کا نام تو دین ہے۔"[2]

مولانا صدر الدین اصلاحی لفظ دین کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دین کے لغوی معنی اطاعت کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد اللہ کی بندگی کا وہ طریقہ اور انسانی زندگی کا وہ نظام ہے جو اللہ تعالی کی جناب سے پیغمبرؑ کے ذریعے اس کے بندوں کو عمل در آمد کیلئے دیا گیا ہے اور جس کی تفصیلات اس کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت میں موجود ہیں...یہ دین انسان کی عقل و فہم اور اس کے دل کی گہرائیوں سے شروع ہو کر اس کی عبادت گاہوں، اس کے گھر کی چار دیواریوں، اس کے خاندانی حلقوں، اس کے تمدنی اداروں سے ہوتا ہوا اس کے تمام اجتماعی اور بین الاقوامی مسئلوں کے آخری کنارے تک پہنچتا ہے اور ہر مسئلے، ہر معاملے اور ہر شعبے کے متعلق اپنی مستقل ہدایات دیتا ہے...وہ ایمانیات کو عقائد کو، عبادات کو، اخلاق کو، تقویٰ اور احسان کو تو اپنے اجزا کہتا ہی ہے۔ بیت الخلاء کے آداب اور ازدواجی تعلقات جیسی چیزوں کو بھی اپنے سے بے تعلق نہیں قرار دیتا اور مجرموں پر سزا کے نفاذ کو بس اللہ کا دین ہی کہتا ہے۔﴿وَ لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ﴾۔"[3]

---

[1] مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، تحریک آزادی ہند حصہ دوم (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2014)، 112، 113

Abul Alā Madoodi , Tahreek Azādi Hind (Lahore : Islamic Publications, 2014),112,113

[2] مودودی، تحریک آزادی ہند حصہ دوم، 113

Modoodi,,Tahreek Azādi Hind, 113.

[3] مولانا صدر الدین اصلاحی، فریضہ اقامت دین (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2017)، 14، 13

مولانا امین احسن اصلاحی لفظِ دین کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمان صرف مسجد کے اندر ہی اللہ کا بندہ نہیں ہوتا بلکہ اسے ہر جگہ اللہ کے قانون اور اس کے احکام کی پابندی کرنی پڑتی ہے ہندو اور غیر مسلم کا دین صرف مندر اور معبد میں اس سے چپک جاتا ہے لیکن مسلمان کا دین ہر وقت اس کے ساتھ ہے مسجد میں، بازار میں، گھر میں، دکان میں، کھیتی باڑی میں، لین دین میں، سیاست میں، حکومت میں، معیشت میں اور تہذیب و تمدن میں غرض کوئی جگہ نہیں ہے جہاں خدا کا دین سانس کی طرح مسلمان کے ساتھ نہ ہو"۔[1]

بہر حال اس پوری بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین محض ایک عقیدہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ محض چند مذہبی اعمال اور رسموں کا مجموعہ ہے بلکہ وہ انسان کی پوری زندگی کے لیے ایک مفصل سکیم ہے[2]

ڈاکٹر اسرار احمد لفظ دین کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

"دین کا اصل مفہوم جزا و سزا اور بدلہ ہے اس بنیادی تصور کے تمام مقتضیات اور لوازم کے اجماع سے قرآن مجید کی مخصوص اصطلاح الدین بنی ہے چنانچہ دین کے معنی ہیں ایک پورا نظام زندگی مکمل ضابطہ حیات اور اکمل واتم دستور و آئین اطاعت، جس میں ایک ہستی یا ادارے کو مطاع، مقنن اور حاکم مطلق مان کر اس کی سزا کے خوف اور اس کے انعام کے ذوق و شوق سے اس کے عطا کردہ یا جاری و نافذ قانون اور ضابطے کے مطابق اس ہستی یا ادارے کی کامل اطاعت کرتے ہوئے زندگی بسر کی جائے۔"[3]

Molanā Sadr Deen Islahi, Iqāmt Deen(Lahore : Islamic Publications, 2017), 14.

[1] ۔ مولانا ابو الاعلی مودودی، دعوت اسلامی اور اس کے مطالبات (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2015ء)، 49

Abul Ala Madoodi , Dawat Islami aor us k mutalbāt (Lahore : Islamic Publications, 2015),49.

[2] ۔ مولانا ابو الاعلی مودودی، تنقیحات (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2018ء)، 233

Abul Ala Madoodi , Tanqeehat (Lahore : Islamic Publications, 2018),233

[3] ۔ ڈاکٹر، اسرار احمد، قرب الٰہی کے دو مراتب (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، لاہور 2013ء)، 48؛ اسرار احمد، مطالبات دین، (لاہور،: مکتبہ خدام القرآن، 2014ء)، 81

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ دین ایک دستور، نظام حیات اور ضابطہ و قانون ہے پھر یہ قانون و دستور کسی کو مطاع، مقنن اور حاکم مطلق مان کر تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہذا دین اللہ کا مفہوم ہو گا کہ اللہ کو مطاع، مقنن اور حاکم مطلق مان کر اسی کے قوانین کو تسلیم کرنا۔

مذکورہ بحث سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اقامت دین کے مفہوم میں تین باتیں شامل ہیں پہلی یہ کہ اللہ کو ہی حاکم حقیقی اور مطاع مطلق تسلیم کرنا، دوسری یہ کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر جس جگہ دین قائم ہے اسے بر قرار رکھنا اور اگر کوئی گوشہ دین سے خالی ہے تو اس پر دین قائم کرنا، تیسری یہ کہ نظام معیشت و معاشرت اور حکومت و سیاست دین کے مطابق ہو اگر انفرادی معاملات تو دین کے مطابق ہیں لیکن اجتماعی نظام نہیں ہے تو اقامت دین کا مفہوم و مدعا کسی صورت پورا نہیں ہوتا۔

حضرت کرم علی شاہ الازہریؒ اقامت دین کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"تمام انبیائے کرام کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اس دین کو قائم کرو اور لوگوں کی عملی زندگیوں میں اسے رائج کرو تا کہ ان کے اعمال اس دین کے قالب میں ڈھل جائیں اور ایسے عوامل اور محرکات سے اس کی حفاظت کی جائے، جو اسے عملی زندگی سے بے دخل کرنے پر منتج ہوں۔"[1]

مذکورہ اقتباس کے بعد حضرت پیر صاحبؒ نے رقم فرمایا ہے کہ دین کی محض زبانی دعوت دینا اور اس کے محاسن بیان کرنا ہی انبیائے کرام کا فریضہ نہیں تھا بلکہ اسے عملاً رائج کر دینا بھی ان کا فریضہ تھا اور جو نصب العین، حضرات انبیائے کرام کا تھا، وہی نصب العین امتِ محمدیہ کیلئے منجانب اللہ مقرر کیا گیا ہے۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ علمائے قدیم و معاصرین کے اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت دین کے باب میں قدیم علماء

doctor Isrār Ahmad,Qurb e elahi k do maratib(Lahore: Mkatbā Khudam ul Quran, 2013), 48- Isrār Ahmad, doctor,Mutalbāt deen, (Lahore: Mkatbā Khudam ul Quran, 2014), 81

[1] ۔ محمد کرم شاہ الازھری، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1399ھ)، 4:367

Muhammd Karam shah Al Azhri, Zia Ul qurān (Lahore :zia ul quran publications, ,1399),4: 367.

ومعاصرین کی تعبیرات باہم مختلف ہیں چنانچہ بعض کے نزدیک اقامت دین سے توحید الٰہی کو قائم کرنا مراد ہے۔ بعض علماء نے توحید الٰہی کے ساتھ دیگر عقائد کو بھی اقامت دین کے مفہوم میں شامل کیا ہے۔ بعض کے خیال میں اللہ کی اطاعت اور شریعت پر عمل بھی اقامت دین کے تصور میں داخل ہے اور بعض نے اقامت دین کے مفہوم میں ارکان اسلام کے ساتھ ساتھ جملہ محاسن اخلاق کا اہتمام اور تمام رذائل اخلاق سے اجتناب کرنا بھی بیان کیا ہے۔ بعض نے فروعات دین اور بعض نے اصول و فروع کو اقامت دین کے تحت بیان فرمایا ہے۔ مضمون نگار کی رائے میں قدیم علماء و معاصرین کا مذکورہ اختلاف محض تعبیر کا اختلاف ہے، جس میں باہمی کوئی فرق نہیں ہے گویا یہ اختلاف، اختلاف تنوع ہے، اختلاف تضاد نہیں ہے چنانچہ جب توحید الٰہی کو تفہیم کی غرض سے اس کی جملہ اقسام کے ساتھ بیان کیا جائے گا کہ ایک قسم ربوبیت الوہیت اور اسماء وصفات ہے۔ اس میں اعمال وعبادات سے متعلق توحید کے جملہ تقاضے شامل ہوتے ہیں اور جب اطاعت الٰہی کو اس کے وسیع تر قیام میں ذکر کیا جائے گا، اس میں انفرادی اور اجتماعی جہات کے تمام گوشے مثلاً سیاست، معیشت، معاشرت، عدالت، میڈیا اور تعلیم اس کے تحت شامل ہوں گے اور اقامت دین کے قائل علمائے کرام نے توحید الٰہی اور اطاعت ربانی کے اس مفہوم کو حالات حاضرہ کی زبان میں نظام زندگی اور آئین حیات اور دستور ملکی سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے دین کو آئین، مولانا مودودیؒ نے نظام اور علامہ طنطاویؒ نے دین کو دستور کے ہم معنٰی بیان فرمایا ہے۔

مضمون نگار کی رائے میں مندرجہ بالا تعبیرات میں کوئی اختلاف گفتار ہے اور نہ ان میں سے کسی تصور کو بدعت سے تعبیر کیا جائے گا بلکہ لغات، آیات اور احادیث میں اقامت دین کا یہی مفہوم بیان ہوا ہے اور علماء و مفکرین نے مخصوص حالات کے تناظر میں اپنے اپنے اسلوب سے تعبیر کیا ہے۔ تاہم ایک بات ضرور ہے کہ دین کے تمام احکامات کی تعبیر سیاسی انداز سے کرنا اور سیاسی سطح پر دین کے نفاذ کو مقصد حیات قرار دینا اور اس کو انبیائے کرام کی بعثت کا مقصود ٹھہرانا، بہر حال ایک انتہائی موقف ہے، لہٰذا مضمون نگار یہ سمجھتا ہے کہ اقامت دین کے قائلین کو بھی اس تصور پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ان کو بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جو اقامت دین کی سعی کو بے مقصد اور لغو خیال کرتے ہیں۔